ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

بیسویں صدی کے معاشرتی رویوں سے باغی نسوانی کرداروں کا جائزہ:
بحوالہ خصوصی "ٹیڑھی لکیر"

غزل یعقوب
ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ (شعبہ اردو)
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر حمیرا اشفاق
صدر شعبہ اردو
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

The research under review examines the feminine characters in Ismat Chughtai's "Tehrhi Lakeer". This novel was written in that time of twentieth century ,when women were not allowed to express themselves, but Esmat Chughtai's specialty is that while living in that period, she created a novel like "Tehrhi Lakeer" in which she covered all the issues of her time and the feminine characters of the novel seem to openly rebel against social customs and social attitudes.

ناول نگاری کے ابتدائی دور میں معاشرے کے خارجی معاملات اور مسائل کو موضوع بنایا گیا اور اس میں فرد، بالخصوص خواتین کی تعلیم و ترقی کی طرف توجہ دی گئی اور ایسے ناول تخلیق کیے گئے جن میں معاشرتی اعتبار سے ایک اچھی اور بری عورت کا تصور دیا گیا۔ اس دور میں تمام مصنفین کی توجہ چونکہ معاشرتی اصلاح کی طرف مبذول تھی اس لیے ایسے ہی موضوعات سے متعلق ناول تخلیق کیے گئے جن میں خارجی عوامل کی پیشکش کی جاسکے۔ اردو ادب کے ترقی یافتہ دور میں شامل ہوتے تک ادب میں ایسے موضوعات آچکے تھے جن میں محض خارجی عوامل کا مذکور نہیں تھا بل کہ حالات و واقعات کے انسانی زندگی پر اثرات، انسان کی نفسیاتی کشمکش اور جنسی معاملات و مسائل سے متعلقہ موضوعات پر بھی لکھا گیا۔ اردو ناول کے اولین دور میں جو ناول لکھے گئے ان کا مقصود محض معاشرتی اصلاح تھا۔ اس لیے بہت سے مصنفین نے محض عورتوں کی سماجی حیثیت کو بطور خاص موضوع بنایا۔ جس میں بہت سی خواتین نے بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔ لیکن ان ناولوں میں عورت کو "اچھی" یا "بری" عورت کے طور پر ہی پیش کیا گیا ہے۔ ایسی عورت جس کے پاس معاشرتی دباؤ اور الجھنوں کو سہہ لینے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوتا یا وہ اتنی کمزور ہیں کہ اپنے لیے کسی بھی قسم کا فیصلہ لینے سے عاری ہیں۔ لیکن عصمت نے اپنی تحریروں میں ایسی عورت کی پیشکش کی ہے جو نا صرف دیرینہ رسومات اور معاشرتی دباؤ سے انحراف کرتی نظر آتی ہے بل کہ اس میں اتنی طاقت موجود ہے کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے اور بعض اوقات تو مردوں کو بھی کٹھ پتلی کی طرح نچانے کا فن جانتی ہو۔ یعنی اس طرح عصمت چغتائی نے معاشرتی جبر سے انحراف کرتے ہوئے عورت کو ایک مضبوط کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔

زیر نظر تحقیق عصمت چغتائی کے ناول ٹیڑھی لکیر پر کی گئی ہے۔ جو 1944 میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا۔ ناول کا عنوان ٹیڑھی لکیر ہے اور مرکزی کردار شمن ہے اور ناول اسی کی ذات کے ٹیڑھے پن کی وضاحت کرتا ہے۔

ناول ٹیڑھی لکیر میں عصمت چغتائی نے مشرقی تہذیب کی عکاسی کی ہے اور اس میں خاص طور پر عورت اور اس کے نفسیاتی و جنسی مسائل اور الجھنوں کو موضوع بنایا ہے۔ عصمت نے مشرقی معاشرے کی عکاسی کی ہے لیکن یہ عکاسی محض خارجی عوامل کی پیش کش تک محدود نہیں بل کہ فرد کے داخلی محسوسات اور خیالات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ عصمت نے شمن کے کردار کے ذریعے ایک ایسی عورت کی عکاسی کی ہے جو معاشرتی رویوں سے تھک کر بغاوت پر اتر آتی ہے۔ اسے معاشرے کے اصول و قوانین نے ہی بغاوت پر اکسایا ہے۔ عصمت نے شمن کی صورت میں ایک مضبوط ہندوستانی عورت کا تصور دیا ہے جو بلاوجہ کے سماجی دباؤ برداشت کرنے کے بعد جب اپنی طاقت کا اظہار کرتی ہے تو پدرسری نظام کی تردید کرتی ہے۔ عصمت نے شمن کے کردار کو معاشرتی دباؤ، اخلاقی پستی اور جنسی شعور کی ناپختگی کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور ان تمام عوامل کا اس کی نفسیات پر اثر دکھایا گیا ہے۔ جن پر اس سے پہلے معاشرتی پابندیوں کی وجہ سے کسی نے قلم اٹھانے کی جرات نہ کی تھی۔ عصمت نے قدیم ناول نگاری کے فنی ڈھانچے سے انحراف کی راہ اپناتے ہوئے فن، تکنیک اور فکری حوالے سے ایک نیا پن پیدا کیا۔

1۔ "ٹیڑھی لکیر" کے نسائی کردار:

عصمت چغتائی نے ہندوستانی معاشرے میں رہتے ہوئے ایک ایسی عورت کا تصور دیا ہے جو گھر کی چار دیواری تک ہی محدود نہیں ہے بل کہ وہ اپنا ایک واضح نصب العین رکھتی ہے اور زندگی کے بسر ان کے لیے اس کا اپنا ایک لائحہ عمل ہے۔ عصمت نے سماجی رسوم ورواج سے انحراف کی راہ اپنائی ہے اور عورت کو اس خاص پدر سری معاشرتی تصور سے آزاد کرتے ہوئے ایک نیا تصور متعارف کروایا ہے۔ اس کی وضاحت ذیل کے اقتباس سے ہوتی ہے:

"عصمت کے نسوانی کرداروں کا بھی یہی حال ہے۔ ان کے پس پشت بھی ایک ایسی "عورت "موجود ہے جو مجتمع کرنے کی بہ نسبت توڑنے اور بکھرانے میں زیادہ دل چسپی رکھتی ہے۔۔۔۔ دیومالا میں اس کے کئی نمونے نظر آتے ہیں۔ مثلاً ہندو دیومالا کی "کالی" جس کا کام مدون اور مرتب کائنات کو لخت لخت کرنا ہے۔ یا سمیر کی تیامت جس کی موج ہستی ہر شے کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جاتی ہے۔ عصمت کے موضوعات منفرد ہیں۔ سماجی حالات پر ان کا ایک الگ ہی رد عمل ہے۔ اس عمل سے گزرتے ہوئے وہ مروجہ عقائد، سماجی و ثقافتی اقدار، حتیٰ کہ مذہبی اصولوں تک کی دھجیاں ادھیڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ ان کے افسانوں اور ناولوں میں عورت کے جذبات، ذہنی کیفیات، روزمرہ کی وارداتوں پر ان کے نفسیاتی رد عمل اور ان کے مخصوص سماجی حالات کی عکس بندی فنکارانہ مہارت سے کی گئی ہے"(1)

ٹیڑھی لکیر میں عصمت چغتائی نے ہندوستانی روایتی تصور عورت سے انحراف کی راہ اپناتے ہوئے شمن کا کردار پیش کیا جو اپنی زندگی اپنے وضع کردہ اصولوں کے تحت گزارنا چاہتی ہے۔ جس دور میں یہ ناول تصنیف کیا گیا اس سے پہلے حقوق و تعلیم نسواں کی تحریکیں اپنا اثر دکھا چکی تھیں اور خواتین کے لیے تعلیم کی راہیں ہموار کردی گئیں تھیں۔ لیکن اس پر کوئی نہ کوئی پابندی ضرور عائد تھی، عصمت نے تمام روایات کو توڑتے ہوئے شمن کا کردار پیش کیا ہے۔

شمن نے اپنی پوری زندگی کو اپنے مطابق بسر کیا اس کی شخصیت کا ارتقا اس کی یونیورسٹی سے شروع ہوا۔ سکول تک اس کی ذات کا دائرہ کار محدود تھا لیکن کالج اور یونی ورسٹی کی فضا نے اسے ایک نیا رخ دیا اور یوں اس نے اپنے لیے نئے راستے منتخب کیے۔ اس دور کے مطابق دیکھا جائے تو لڑکی کا اپنی شادی کے لیے پسندیدگی کا اظہار کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا لیکن شمن نے اپنی پسند سے ایک آئرش نوجوان سے شادی کرلی جو مسلمان بھی نہ تھا۔ یہ شادی دونوں کی ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ عرصہ نہ چل سکی لیکن اس کے باوجود شمن نے یہ جرات کی کہ وہ معاشرے کے تمام اصولوں کو توڑ ڈالے۔ عصمت کے تصور عورت کی وضاحت ان الفاظ سے ہوتی ہے:

"اس عورت ذات میں بڑے بڑے معجزے دکھانے کی طاقت پوشیدہ ہے۔ وہ چاہے تو دنیا سے یہ قوم اور نسل کا فتنہ مٹا سکتی ہے"(2)

اسی رنگ و نسل کے تعصب کو مٹانے کے لیے شمن نے رونی ٹیلر سے شادی کی لیکن معاشرے کی طنز آمیز نگاہیں دونوں کے لیے اذیت کا باعث بن کر رہ گئیں۔

"حیف ہے کہ مرد عورت کو پیر کی جوتی، ناقص العقل اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں، مگر یہ جوتی جب ان کے سر پر بجتی ہے تو احساس خودی بھی فنا ہو چکتا ہے۔ اسے سارے مرد مظلوم نظر آنے لگے اور ساری سونے روپے میں لدی ہوئی بیویاں ظالم، جو ان کی کمائی پر بالکل اسی طرح قابض تھیں جیسے خون چوسنے والے سرمایہ دار غریبوں کی مشقت پر۔ وہ اپنے جسم کی قیمت لیتی تھیں۔۔۔ بجائے درجنوں کے صرف ایک سے"۔(3)

ہندوستانی طرز معاشرت کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر شمن کے کردار کا مطالعہ کیا جائے تو وہ اپنے طبقے کی دیگر خواتین سے یکسر مختلف تھی اس نے بے جا رسومات کی اندھا دھند تقلید نہیں کی بل کہ اپنی زندگی کو جدید اصولوں کے مطابق بسر کیا جو اس کے اپنے مروج کردہ تھے۔

نسائی کرداروں میں ایک اور اہم کردار ایلما کا ہے جو معاشرتی جکڑ بندیوں سے آزاد اپنی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ایلما معاشرے کے ہر اصول کو توڑ کر اپنی دنیا میں سکون حاصل کرنا چاہ رہی ہے اور معاشرتی اصول وروایات کے ساتھ ساتھ مذہب سے بھی منحرف ہے اس کے تصور مذہب کو عصمت نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

"اس کے کمرے میں بجائے یسوع کے کرشن کی تصویر لگی تھی جس کے آگے وہ سونے سے پہلے گھٹنے ٹیک کر بائبل کی آیتیں پڑھ کر سینے پر صلیب کا نشان بنایا کرتی تھی،وہ کہتی تھی "مجھے سفید رنگ سے گھن آتی ہے،اور صلیب پر لٹکے ہوئے مسیح پر رحم آتا ہے اور رحم کے ساتھ عقیدت کا جذبہ بجائے عبودیت کے دل میں بغاوت کی آرزو پیدا کر دیتا ہے،دوسری طرف ہنستے کھیلتے بنسری بجاتے کنہیا جی کو دیکھ کر دل ناچ اٹھتا ہے"(4)

اسی طرح ایلما کے تصور مذہب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے عصمت چغتائی ایلما کے خیالات کو یوں بیان کرتی ہیں:

"پھر ایک دم سے اسے نہ جانے کیا ہوا کہ کرشن کی تصویر نکال کر پھینک دی۔۔۔۔لڑکیوں نے جب اس تبدیلی کی وجہ پوچھی تو وہ اپنے مخصوص قہقہے لگا کر الٹی سیدھی باتیں کرنے لگی "کشن جی کی بنسری کو کیڑا لگ گیا تھا،اس میں سے مینڈک ٹرٹرا رہا تھا"۔۔۔۔

"انھیں سوائے عورتوں سے مذاق کرنے کے اور کام ہی کیا تھا۔سنا ہے بیاہی عورتیں زیادہ پسند تھیں۔۔۔"(5)

ناول میں ایلما ایک منفرد خود اعتماد کردار کے طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے جسے سماج کی کوئی پروا نہیں ہے،ہندوستانی معاشرے میں جہاں لڑکی کو شادی کے حوالے سے اپنی پسند ناپسند کے اظہار کی اجازت نہیں تھی تو وہاں ناجائز بچے کی پیدائش کو کیسے قبول کیا جا سکتا تھا۔ایلما ستیل کو سخت ناپسند کرتی تھی اور اس کے بچے کو کسی صورت دنیا میں نہ لانا چاہتی تھی،وہ اس بات سے خائف نہیں تھی کہ دنیا والے ناجائز بچے کی پیدائش پر اسے تنقید کا نشانہ بنائیں گے بل کہ اس کے لیے ستیل کے بچے کو اپنے بطن میں پالنا مشکل تھا۔عصمت نے بچے کی پیدائش کے حوالے سے ایلما کو ایک مضبوط عورت دکھایا ہے جو ناجائز بچے کی پیدائش پر خائف نہیں ہے بل کہ مضبوطی سے حالت کا سامنا کرتی ہے۔یہاں ستیل کو کمزور اور ایلما کو طاقتور پیش کیا گیا ہے،ستیل ایلما کو شادی کی پیشکش بھی کرتا ہے لیکن وہ محض جائز ناجائز سے بچنے کی خاطر اس سے شادی کر کے عمر بھر کی تکلیف کو گلے نہیں لگانا چاہتی۔جہاں عورت کو سماجی اصولوں سے انحراف کرتے دکھایا ہے وہیں مرد پر عورت کی فوقیت کا بیان بھی ملتا ہے اس سارے قصے میں ایلما کو ستیل سے زیادہ بااعتماد اور خود مختار دکھایا گیا ہے۔عموماً اس طرح کے واقعات میں عورت کی طرف سے شادی کی صورت میں رحم کی اپیل کی جا رہی ہوتی ہے لیکن ایلما نے ستیل کی شادی کی پیشکش کو خود ہی ٹھکرا دیا اس کی مثال ٹیڑھی لکیر میں یوں ملتی ہے:

"۔۔۔شاید اگر ایلما عام عورتوں کی طرح روتی پیٹتی تو اس کے احساسات کچھ مختلف ہوتے۔تھوڑا سا قانون اور سماج کا بھی ڈر ہوتا اور پھر وہ خود ہی یہ تجویز ایلما کے سامنے پیش کرتا مگر اب تو وہ اس کی حقارت بھری بے رحمی پر بھنا رہا تھا۔ویسے اسے اپنے حصہ کے ضائع جانے کی پروانہ ہوتی مگر یوں ایک بد دماغ لڑکی کو اسے ذلیل کرنے کا کیا حق تھا؟۔۔۔"(6)

عصمت چغتائی نے ناول میں عورت کو کمزور نہیں دکھایا بل کہ ایک طاقتور اور خود اعتماد عورت کا تصور پیش کیا ہے۔جو معاشرتی رسم و رواج کو درخور اعتنا نہیں سمجھتی۔پریا تابیتا نے ایلما کو Anti Social Personality قرار دیا ہے،ان کے مطابق ایسے افراد اپنی جنسی،سماجی اور ذاتی تسکین کے لیے قانون شکنی کرتے ہیں۔ (7)

ناول میں عصمت چغتائی نے جہاں معاشرتی رویوں کی عکاسی کی ہے وہاں کچھ حقائق سے پردہ بھی اٹھایا ہے۔عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورت کمزور صنف ہے اور مرد کو اپنی طاقت کی بنا پر عورت پر برتری حاصل ہے لیکن عصمت نے اس کی تردید کی ہے،ان کے مطابق عورت بظاہر کمزور دکھتی ہے لیکن در حقیقت وہ کمزور نہیں ہے ناول میں عصمت نے نسائی کرداروں سے متعلق اپنے نظریات کی پیشکش ان الفاظ میں کی ہے:

"یہ مرد عورت کو کمزور کیوں کہتے ہیں۔شاید اس طرح خود ان کی کمزوری آڑ میں چھپ جاتی ہے۔ظالم کبھی پکار پکار کر اپنے ظلم کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتا۔بزدل ہی شیر کی طرح گرج کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔مگر عورت؟عورت اس حاکم کی طرح ہے جو"پرجا کا چاکر"بن کر انھیں الو بناتی ہے۔اس کی چالیں کس قدر خطرناک اور پر اسرار ہیں بجائے شرمندگی کے اسے اپنی نسوانیت ایک بلند چیز نظر آنے لگی(8)

عصمت چغتائی نے معاشرتی مسائل کی عکاسی کے ساتھ ساتھ ان پر طنز بھی کیا ہے ان کے مطابق انسان اچھے اور برے کا فرق سمجھنے میں ہی عمر تمام ہو ہے اور اپنے اصل مصرف و مقصد کو کہیں دور چھوڑ کر انسان معاشرے کی الجھنوں میں پھنس جاتا ہے۔اس کی عکاسی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"سنجھو بیچاری ان جانوں میں سے تھی جو نہایت سلیقے سے پیدا ہوتی ہیں شریفوں کی طرح گھر میں رہیں پھر کوئی اللہ کا نیک بندہ لے گیا۔وہاں جب تک جی میں طاقت رہی بچے پیدا کیے، پالے پوسے، پھر کسی دائمی مرض میں مبتلا ہو کر دکھ سہتی رہیں اور ایک دن اللہ نے مٹی عزیز کر لی سب کے منہ سے نکل گیا واہ کیا جنتی بیوی تھی"(9)

درج بالا اقتباس میں معاشرتی بے حسی اور بے جا اصولوں کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود سماجی الجھنوں میں گھیر کر عام کر دیتا ہے۔

ٹیڑھی لکیر میں ہندوستان کے متوسط طبقے کی عکاسی کی گئی ہے جس میں مختلف طبقات کے لوگوں کے احوال و اطوار بیان کیے گئے ہیں۔ناول میں پڑھے لکھے طبقے کے ساتھ ساتھ عام گھریلو خواتین کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔عصمت نے گھریلو عورت کو عام عورت کی طرح گھر گرہستی میں مشغول دکھایا ہے۔جس میں اس کا واحد مصرف افزائش نسل ہے اس کی اہم مثال شمن کی ماں کی ہے جو محض بچوں کی پیدائش پر معمور ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد حیات نہیں ہے ناول میں اس رویے پر تنقید کرتے ہوئے عصمت لکھتی ہیں کہ:

"اماں کو تو دنیا کا بس ایک کام آتا تھا۔اور وہ بچے پیدا کرنا۔اس کے آگے نہ انھیں کچھ معلوم اور نہ ہی کسی نے بتانے کی ضرورت محسوس کی۔اباجان کو بچوں سے زیادہ بیوی کی ضرورت لاحق"(10)

"اور یہ سب ابا کا قصور تھا، کیا مجال جو اماں دودھ پلا جائیں، ادھر بچہ پیدا ہوا، ادھر آگرے سے گولن بلوالی۔دودھ پلوئے اور بیگم کی پٹی سے پٹی جڑی رہے۔(11)

عصمت چغتائی نے اس رویے پر سخت تنقید کی ہے۔اسی طرح سے متوسط طبقے کی گھریلو عورت کے مسائل کی عکاسی کرتے ہوئے ایک اور مثال یوں دی ہے:

"لفظ بیوی کے خیال ہی سے شمن کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔نوری کے نوجوان جسم سے لپٹے ہوئے درجنوں بچے، اور ہزاروں فکریں جونکوں کی طرح چپکی خون چوستی نظر آنے لگیں۔"(12)

ناول میں عصمت چغتائی نے خود اعتماد پڑھے لکھے نسائی کرداروں کے ساتھ ساتھ گھریلو معاملات میں الجھے کردار بھی پیش کیے ہیں۔ اور معاشرے کے ساتھ ساتھ مردوں پر تنقید کی گئی ہے کہ وہ عورت کے معاملے میں کبھی بھی متوازن نہیں رہتے یا تو اسے ضرورت سے زیادہ عزت و تکریم سے نوازتے ہیں یا پھر بیوی کی صورت میں پاؤں کی جوتی کے برابر لا بٹھاتے ہیں۔یہاں بیوی کے حوالے سے زیادہ برا رویہ روا رکھا جاتا ہے جس کی وجہ عورت کو اپنی ملکیت سمجھ لینا ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد مرتضیٰ رقم طراز ہیں کہ:

"عصمت چغتائی کو مردوں سے یہ شکایت رہی ہے کہ اس نے عورت کو یا تو ساتویں آسمان پر پہنچا دیا یا پھر تحت الثریٰ میں دھکیل دیا۔لیکن اس کے تئیں معتدل رویہ کبھی اختیار نہیں کیا۔نہ ہی اس نے کبھی عورت کو اپنے برابر جانا اور نہ ہی کبھی ایک ہی صف میں شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا موقع دیا۔اپنی نظر میں خود کو عورت سے بدتر ہی مانتا ہے وہ عورت کو پیار و محبت دے سکتا ہے لیکن اسے برابری کا درجہ نہیں دے سکتا۔عورت مرد کی نظروں میں ہمیشہ ساری صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود اس سے نیچے ہی رہی اور پھر اسے سراسر مجسمہ وفا بنا دیا گیا۔اور اگر وہ صراط مستقیم سے کہیں ادھر ادھر ہوئی تو اسے گردن زدنی قرار دے دیا گیا، لیکن مرد بہر حال آزاد رہا، حتیٰ کہ بڑی سے بڑی لغزش بھی اس کی نظر کبھی نیچی نہیں کر سکی (13)

یہاں عصمت چغتائی مردانہ فطرت کی عکاسی کرتے ہوئے یہ نظریہ پیش کرتی ہیں کہ عورت معاشرے کا ایک اہم حصہ ہے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں لیکن ان کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک میں توازن آجائے تو معاشرہ بہتری کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔اسی حوالے سے عصمت نے شمن اور رونی ٹیلر کی شادی کے واقعات قلمبند کیے ہیں۔ان دونوں کی شادی کسی نے جبراً نہیں کروائی تھی بل کہ دونوں کی باہمی رضامندی سے انجام پائی تھی، لیکن معاشرے میں گورے مرد کے ساتھ کالی عورت کا ہونا ایک جرم سمجھا جاتا ہے اسی لیے شمن اور رونی دونوں کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا جو بالآخر ان دونوں کی علیحدگی پر ختم ہوئے۔یہاں عصمت نے یہ تصور دینے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہمارے معاشرے کا ہی کوئی مرد گوری عورت سے شادی کر لے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کیوں کہ وہ مرد ہے اور اسے معاشرہ اجازت دیتا ہے کہ وہ گوری عورت کو بیاہ کر لے آئے لیکن شمن چوں کہ

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عورت ہے اور اوپر سے کالی عورت ہے اس لیے اس کے لیے معاشرتی اصول بدل جاتے ہیں اور گورے مرد سے شادی کر لینا اس کی سب سے بڑی غلطی بن جاتا ہے۔ یہاں معاشرتی اصولوں پر سخت طنز کیا گیا ہے اور یہ تاثر ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تمام تر کاوٹیں محض عورت ذات کے لیے ہیں مرد ان سب سے ماورا ہے۔

عصمت چغتائی نے ایسے کردار بھی پیش کیے ہیں جو روایتی گھریلو خواتین نہیں ہیں بل کہ عالمی صورتحال سے بھی واقف ہیں اس دور میں جہاں عورت کا گھر سے نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا وہاں عورت کا عالمی صوتحال سے واقف ہونا ایک بڑی بات تھی چنانچہ عصمت تک آتے آتے ناول میں ایسے کردار بھی شامل ہوئے جو عالمی صورتحال سے مکمل طور پر آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ دیس سدھار تحریکوں، اور دیگر رفاہ عامہ کی تحریکوں میں مردوں کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھی۔ علاوہ ازیں عصمت نے ایک ایسی عورت کا تصور دیا ہے جو محض اپنی ملکی صورت حال سے آگاہ نہیں ہے بل کہ وہ عالمی صورتحال سے بھی بخوبی واقف ہے اور مشرق و مغرب میں ہونے والے تمام معاملات کو جانتی ہے، جرمنی اور روس کی جنگوں کے تمام حالات سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ ہندوستانی دیش سدھار تحریکوں کی ایک سرگرم کارکن بھی ہے، وہ عورت معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں کے اثرات کو بخوبی سمجھتی ہے اور نو آبادیاتی صورتحال سے واقف ہے، ترقی پسند تحریکوں کی سرگرم کارکن ہے، عصمت نے ایک ایسی عورت کا تصور دیا ہے جو قدیم رسوم ورواج سے منحرف ہے اور اپنی زندگی اپنی من مانی سے بسر کرنا چاہتی ہے۔

5۔ روایت سے منحرف نسائی کردار:

عصمت چغتائی نے اپنی تحریروں کو روایتی رنگ میں رنگنے کی بجائے انھیں ایک نئے رنگ میں رچا بسا کر پیش کیا ہے انھوں نے خیالات کی پیش کش میں روایت کی اندھی تقلید کے بجائے اسے جدید روش پر چلایا ہے یہ رنگ ان کے فن اور فکر دونوں میں جھلکتا ہے۔ فکری اعتبار سے دیکھا جائے تو عصمت نے ہندوستانی معاشرے کے افراد کی زندگی کے خارجی پہلوں پر لکھنے کے بجائے ان خارجی عوامل کے انسانی ذہن اور زندگی پر اثرات کو موضوع بنایا ہے، عصمت نے دوسرے ادیبوں کی طرح محض خارجی الجھنوں اور مسائل کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بل کہ انھوں نے ان تمام مسائل کی وجہ دریافت کرتے ہوئے انسانی ذہن پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا ہے اور انسان کی نفسیاتی کشمکش اور جنسی الجھنوں کو بیان کیا ہے۔ عصمت کو کرداروں کی نفسیات کا بیان کرنے میں کمال حاصل ہے۔

ٹیڑھی لکیر میں عصمت نے روایت سے انحراف کی راہ اپناتے ہوئے ایسے کردار پیش کیے ہیں جو اسی زمانے میں رہتے ہوئے سماجی اصولوں سے منحرف ہیں، وہ سماجی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو جانے کے خواہش مند ہیں اور اپنی روایات سے انحراف کرتے ہوئے بغاوت کی سطح تک پہنچ جاتے ہیں۔ شمن کے حوالے سے دیکھا جائے تو شمن ایک متوسط گھرانے کی لڑکی ہے جس کی بغاوت کا آغاز گھر میں ہی گھر والوں اور بڑی آپا کے ناروا رویوں، عدم توجہی اور نوری کے بلا وجہ کے موازنے سے ہوتا ہے۔ گھر سے اکتائی ہوئی شمن کا داخلہ جب بورڈنگ سکول میں کروا دیا جاتا ہے تو وہ وہاں بھی انہی مشکلات سے دوچار رہتی ہے جو گھر میں موجود تھیں بل کہ اسے وہاں جنسی مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ سکول میں ہم جنسیت کے بڑھے ہوئے رویے نے ایک طرف رسول فاطمہ کی وجہ سے اسے پریشان کیا تو دوسری طرف نجمہ کی محبت اور قربت کی خواہش اس کے دل میں کروٹیں لینے لگی۔ بعد ازاں لڑکوں کی طرف متوجہ ہو جانا اور ان کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا، بڑی عمر کے شخص سے اظہار محبت کرنا یہ سب ایسی باتیں تھیں جو وہ ہندوستانی معاشرے میں رہتے ہوئے کرنا آسان نہ تھا لیکن شمن نے بے دھڑک کیا۔ اس کردار کا یہی جراتمندانہ اقدام اسے اردو ناول کے دیگر نسائی کرداروں سے ممتاز کر دیتا ہے

۔

اگر اس دور کے حوالے سے دیکھا جائے جس میں ٹیڑھی لکیر تصنیف ہوا۔ تو جنسی موضوعات کے بارے میں لکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا، عورت تو کیا مردوں کے لیے بھی اس موضوع پر لکھنے کی راہیں ہموار نہ تھیں لیکن عصمت نے اس معاملے کو معاشرتی مسئلہ سمجھتے ہوئے اس کی پیشکش کو معیوب نہ سمجھا بل کہ وہ معاشرے کی برائیوں کے خاتمے کے لیے ان پر پردہ ڈالنے سے زیادہ ان کے بیان کو ضروری سمجھا تا کہ ان مسائل کا سدباب کیا جا سکے۔ عصمت کے نزدیک برائی کو پردے کی اوٹ میں رکھ کر ختم نہیں کیا جا سکتا بل کہ اس کے خاتمے کے لیے اس کے منفی پہلوؤں کا بیان اور اس کی وجوہات کا معلوم ہونا زیادہ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نوجوان لڑکیوں کے جنسی مسائل کو خاص طور موضوع بنایا۔ عزیز احمد ٹیڑھی

لکیر میں لڑکیوں کی ہم جنسیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ "لڑکیوں کے بورڈنگ ہاؤس کی یہ اندرونی تصویر اردو میں ایک بڑی نئ اور انوکھی چیز ہے"(14)

عصمت نے نا صرف جنس کو موضوع بنایا بل کہ اس کے پس پردہ محرکات اور انسان کی نفسیاتی کشمکش اور حالات وواقعات کو بھی موضوع بحث بنایا۔انھوں نے اپنے خیالات کے اظہار اور نظریات کی پیشکش کے لیے روایات کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھا بل اپنے نظریات کا برملا اظہار کیا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں بنا شادی کے بچے کی پیدائش کو گناہ سمجھا جاتا ہے اور عصمت ان مذہبی اور سماجی اصولوں سے بخوبی واقف بھی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ انسانی فطرت کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے یوں لکھتی ہیں:

"۔۔۔میں حرام حلال سب ایک ہی چیز سمجھتا ہوں۔قدرت کے اصولوں کی پیروی کر کے پیدا ہونے والا جاندار،انسان بننے کا حقدار ہے"(15)

یعنی بچہ چاہے بنا شادی کے ہی ہوا ہو لیکن اس کی پیدائش فطرت کے اصولوں کے عین مطابق ہوئی اس لیے وہ انسان کہلانے کا پورا حق رکھتا ہے لیکن معاشرہ اسے ناکردہ گناہ کی سزا کے طور کبھی قبول نہیں کرتا۔یہاں عصمت نے معاشرتی اصولوں کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔اس حوالے سے وہ یوں رقمطراز ہیں:

"اور یہ سماج بنایا کس نے؟خود انڈا پھوٹ کر بچہ نکل آیا؟

"نہیں تو!"

"جب ہم نے ہی سماج بنایا ہے تو ہم ہی توڑ سکتے ہیں۔"(16)

عصمت کے کردار بھی معاشرتی جکڑ بندیوں سے فرار چاہتے ہیں اور اور معاشرے کی تشکیل نو کے حامی ہیں اور پابندیوں کے بجائے آزادی سے سانس لینا چاہتے ہیں۔شادی ایک فعل ہے قول نہیں(17)

ٹیڑھی لکیر میں عصمت نے عورت کو ظلم وزیادتی کی چکی میں پستی عورت کے روپ میں نہیں دکھایا بل کہ یہاں انھوں نے ایک آزاد عورت کا تصور دیا ہے جو اپنے لیے فیصلے لینے کا اختیار رکھتی ہے۔اور کسی بھی فرد کے تابع نہیں آتی۔ناول کا مرکزی کردار شمن اس کی سب سے اہم مثال ہے۔جو اپنی خواہشات اور پسند کے آگے کسی کو بند باندھنے کا اختیار نہیں دیتی اور اپنی زندگی کو اپنے وضع کردہ اصولوں کے مطابق بسر کرنا چاہتی ہے۔یہاں عصمت نے قدیم ہندوستانی معاشرے میں پرورش پانے والی ایک ایسی جدت پسند لڑکی کی تصویر کشی کی ہے جو خود کو دیرینہ رسومات سے آزاد تصور کرتی ہے۔ اور ان رسومات کو جڑ سے ختم کر دینا چاہتی ہے۔شمن کا کردار اسی معاشرے کا جیتا جاگتا کردار ہے۔اپنی تمام تر خوبیوں اور خامیوں سمیت ناول میں ابھر کر سامنے آتا ہے۔یہ کردار جذباتی طور پر نا آسودہ اور مضطرب کردار ہے۔جس سے معاشرتی رویوں نے ایک صحت مند زندگی گزارنے کا حق چھین لیا ہے۔ عصمت نے اس کردار کی کجیوں اور خامیوں کو دراصل اس کی ذہنی ونفسیاتی الجھنوں کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔مصنفہ نے اسے حد سے زیادہ اچھا بنا کر پیش نہیں کیا بل کہ اس کی شخصیت کے تاریک پہلوؤں کا بطور خاص منظر عام پر لایا گیا ہے۔

شمن کے علاوہ ایلما بھی ایک مضبوط کردار کے طور پر ابھر کر سامنے آئی ہے۔جس سے اس دور کے بدلتے تناظر کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ دور اب ویسا نہیں رہا تھا کہ عورت کو چار دیواری میں مقید کر کے دین دھرم کو اپنی من مانی سے اس پر لاگو کر کے پابہ زنجیر کر دیا جائے۔بل کہ عصمت کی عورت ایک ایسی عورت کے طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے جو اپنی مرضی سے سانس لینا جانتی ہے اور ایک صحت مند زندگی گزارنے کا واضح نصب العین بھی رکھتی ہے۔اپنی مرضی اور پسند کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آئیڈیل بھی رکھتی ہے۔مصنفہ نے ایلما کی صورت میں ایک ماڈرن لڑکی کی تصویر کشی کی ہے جو حلال وحرام سے ممیز اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ایلما کے ہاں ناجائز بچے کی پیدائش کے وقت اس کا ستیل کو شادی سے انکار کر دینا اس قدیم ہندوستانی تصور عورت سے انحراف کرتا ہے کہ اگر پہلے کبھی ایسا ہو جائے تو لڑکی خود شادی کے لیے تیار ہو جاتی ہے اور اپنی اور خاندان کی عزت بچانے کی خاطر خود کو قربان کر دیتی ہے،لیکن ایلما کی صورت میں ایک ایسی لڑکی کا کردار ابھرتا ہے جو اس بات سے بے نیاز ہے کہ ناجائز بچے کی پیدائش پر زمانہ کیا کہے گا بل کہ وہ ایسے شخص کے بچے کو پیدا کرنے سے گریزاں ہے جو اس کی پسند ہی نہیں تھا۔چنانچہ ستیل کا شادی کے لیے

اظہار اسے گراں گزرتا ہے، یہ عصمت ہی کا کارنامہ ہے کہ قدیم ہندوستانی معاشرے میں رہتے ہوئے ایسا نسائی کردار تخلیق کیا جو روایتی ڈھانچے کو پاش پاش کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ضمنی کرداروں میں عصمت نے معاشرتی معاملات میں الجھی عورت کی تصویر کشی بھی کی ہے جو اب بھی اپنے لیے فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس میں شمن کی ماں کا کردار اس قدیم روایتی عورت کی تصویر پیش کرتا ہے جو محض بچے پیدا کرنے پر معمور ہے اور اس کے علاوہ اس نے اپنا کوئی مصرف نہیں سمجھا یہاں عصمت نے مردانہ سوچ پر بھی کاری ضرب لگائی ہے اور مرد کو عورت کے استحصال کی وجہ قرار دیا ہے۔ یہاں عصمت نے مرانہ معاشرے تنقید کرتے ہوئے، مرد کو محض جنسی لذتوں میں گھرا دکھایا ہے۔ عصمت کے نزدیک مرد نے عورت کو محض خاندان کی بڑھوتری کا آلہ کار سمجھ لیا ہے، یہ پدرسری معاشرے پر سخت تنقید کی ایک صورت ہے۔

6۔ معاشرتی جکڑبندیوں کے ناول کے کرداروں پر اثرات:

ٹیڑھی لکیر میں عصمت نے ہندوستانی معاشرے کی تصویر کشی کی ہے، عصمت نے جہاں معاشرتی اصولوں سے انحراف کی راہ اپنائی وہاں ان بے جا اصولوں کی مخالفت بھی کی ہے۔ انھوں نے غیر ضروری پابندیوں کو معاشرتی خرابیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور ناول میں کرداروں کے افعال اور ماحول سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غیر ضروری رکاوٹیں انسانی شخصیت میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں اور انسان اپنے ماحول و معاشرے کے ہی زیر اپنے عمل اور رد عمل کا اظہار کرتا ہے۔

عصمت چغتائی نے معاشرتی مسائل پر بحث کرتے ہوئے ان نام نہاد قواعد و ضوابط اور اصولوں کو نشانہ تنقید بنایا ہے جو محض معاشرے کے بنائے ہوئے ہیں اور ان سے مذہب بھی اپنا دامن نہیں بچا سکا اس کی ایک مثال بیوہ کی دوسری شادی میں رکاوٹ ہے۔ مذہب کی رو سے دیکھا جائے تو اسلام میں عورت کو بیوگی میں دوسری شادی کرنے کی ممانعت نہیں ہے لیکن معاشرہ ان اسلامی اصولوں پر حاوی ہو جاتا ہے اور غلط اقدار و ضوابط کو انسان پر لاگو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ٹیڑھی لکیر میں شمن کی بڑی آپا اس کی ایک اہم مثال ہیں۔ جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد دو بچوں کے ساتھ اپنی ماں کے گھر مستقل رہائش اختیار کر لیتی ہیں۔ جس سے گھر کا ماحول عجیب تر ہوتا چلا جاتا ہے، بڑی آپا اپنی محرومیوں کا ازالہ شمن پر بے جا تنقید کر کے بھی کرتی ہیں جس سے شمن کی شخصیت میں باغیانہ رویے جنم لینے لگتے ہیں، علاوہ ازیں بڑی آپا کو عام عورتوں کی طرح زندگی گزارنے کی اجازت بھی نہ تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ایک عجیب احساس محرومی کا شکار ہو گئیں اور وہ ایسے منفی رویوں کی مرتکب ٹھہریں جن کی مذہب میں ممانعت ہے۔ جس میں عورتوں کی ہم جنسیت سرفہرست ہے۔

عصمت چغتائی نے بیوہ کی دوسری شادی نہ کرنے کے حوالے سے ایک اور مسئلے کا بیان بھی کیا ہے ان کے مطابق بیوہ کی دوسری شادی کروا دینا خاندانی عزت و تکریم پر ضرب لگاتا ہے اس لیے بہت سی لڑکیاں اور خواتین باپ اور بھائیوں کی عزت کی خاطر پوری زندگی بیوگی میں بسر کر دینے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اس کی مثال ٹیڑھی لکیر میں یوں ملتی ہے:

> "بڑی آپا ماں باپ کی عزت سمیٹے بیٹھی جیسے سارے گھر پر احسان کر رہی تھی۔ نفس کو مار کر اس میں حکومت کرنے کی طاقت بڑھتی جا رہی تھی۔ یوں وہ باپ کی عزت کی خاطر اپنی نسوانیت کا خون کر رہی تھی۔۔۔" (18)

اسی طرح تہواروں اور خوشی کے مواقع پر بھی بیوہ کے لیے بہت سی پابندیاں تھی ۔ طنیعت کے برخلاف ان پابندیوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے مزاج کی تلخی اور بد مذاقی کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ ٹیڑھی لکیر میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

> "وہ اب پہلے سے بھی زیادہ بد مزاج ہو گئی تھی گویا بیوہ ہو کر وہ بڑا تیر مار کر آئی تھی۔ چوڑیاں اور رنگین دوپٹہ نہیں اوڑھتی تو یہ سب لوگوں پر احسان نہیں تھا تو کیا تھا۔ رنڈاپے میں زندگی کے دن گزار کر وہ مرے ہوئے میاں کے ساتھ جیتے جاگتے، ساس سسر اور ماں باپ کا بھی تو سوگ کر رہی تھی۔ جب کوئی تہوار آتا تو وہ اپنا ناٹک شروع کر دیتی۔ ایک کونے میں منہ لپیٹ کر پڑ جاتی اور بین شروع کر دیتی۔ جلدی سے گھلی ہوئی مہندی پھنکوا دی جاتی۔ چوڑی والے کو ہش ہش کر کے ٹال دیا جاتا۔ سویوں کا زردہ پکنا ملتوی ہو جاتا۔ عید کی چونی ایسے مل جاتی جیسے اماں پر قرض آتی تھی یا وہ اپنی جان کا صدقہ دینے پر مجبور ہیں" (19)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اسی طرح عصمت چغتائی نے سماجی رکاوٹوں کے ذریعے پیدا ہونے والے رد عمل پر بھی تنقید کی ہے اس کی ایک مثال بڑی آپا کا اپنی بیوگی کو ڈھال بنا کر پیش کرنا ہے۔ وہ اپنی اس کمزوری کو ڈھال بنا کر التفات کی طلب گار رہتی تھیں اور اپنے اور اپنے بچوں کے مفاد کے لیے کسی بھی قسم کے حیلے سے گریز نہ کرتی تھی۔ ان کے خیال میں یتیم ہونے کے ناطے ان کے بچے ہر چیز کے حقدار ہیں اس کی مثال یوں پیش کی گئی ہے:

"بڑی آپا حیرت زدہ ہو گئی۔ اندھیر ہے کہ نہیں، رانڈ بیوہ کا کسی کو خیال نہیں لوگ اپنی بیٹیوں کے آگے یتیم کا حق مارنے سے بھی نہیں چوکتے"(20)

ناول میں عصمت نے ان معاشرتی رویوں کی عکاسی بھی کی ہے جو زندگی کا دائرہ مزید تنگ کر دیتے اور فرد کی مشکلات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ جن میں ایک مسئلہ بیوہ سے دوسری شادی کا حق چھین لینا ہے۔ عصمت نے یہاں معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتے ہوئے اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا ہے کہ یہ رکاوٹیں معاشرتی بگاڑ کا باعث بن جاتی ہیں اس کی مثال شمن کی بڑی آپا کا کردار ہے۔ جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد اپنی ماں کے گھر آ کر رہنے لگی۔ آپا کو یہ موقع میسر نہ آیا کہ وہ دوسری شادی کر سکیں تو انھوں نے کہیں اپنے یتیم بچوں میں تو کبھی محلے کی خاتون کے آنچل میں سہارا ڈھونڈنے کی کوشش کی یہ جنسی خواہشات کا غلط طریقے سے انخلا ہے۔ ایسے گھٹن زدہ ماحول میں رہتے ہوئے ایک صحت مند انسان بھی بیمار ذہنیت کا مالک بن جاتا ہے۔ جنسی اور جذباتی زندگی پر لگائی جانے والی یہ قدغنیں جب غلط طریقے سے اظہار پانے لگتی ہیں تو معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔

ال مختصر عصمت نے روایت سے منحرف ہو کر ایک ایسا کردار پیش کیا ہے جو قدیم رسوم سے محض باغی ہی نہیں ہے بل کہ اپنا ایک واضح نصب العین رکھتا ہے۔ جس دور میں یہ ناول تصنیف کیا گیا وہ دور عورت کے لیے اپنے نظریات اور خیالات کے برملا اظہار کے لیے موزوں نہیں تھا تاہم عصمت چغتائی نے ہر پابندی اور رکاوٹ کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے نظریات کا اظہار صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ یہاں انھوں نے عورت کو معاشرے کے ایک فعال رکن کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو پدر سری معاشرے میں رہنے کے باوجود اپنا ایک واضح نصب العین رکھتی ہے اور اپنی زندگی کے فیصلوں میں خود مختار ہے۔ عصمت نے اپنے ناول میں عورت کو با اعتماد اور مضبوط کردار کے طور پر پیش کیا ہے بل کہ انھوں نے یہ نظریہ پیش کرنے کی کوشش بھی کی ہے عورتیں یوں ہی اپنی بے چارگی کا رونا روتی رہتی ہیں اصل بے چارے تو مرد ہیں جو اپنی مردانگی کی وجہ سے اپنے مسائل کا بیان بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں عصمت اس تانیثی رویے کی مخالفت کرتی نظر آتی ہیں اور یہ نظریہ پیش کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ عورت کو بھی معاشرے میں مقام حاصل ہے اور محض مرد ہی عورت کا استحصال نہیں کرتا بل کہ ہر طاقتور شخص کمزور کا استحصال کرتا ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یہ استحصال ہر سطح پر جاری و ساری نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

1 ترنم ریاض(مرتب)،بیسویں صدی میں خواتین کا ادب،(نئی دہلی:ساہتیہ اکادمی ،2004)،ص16۔

2 عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر ،(لاہور:مکتبہ اردو،2001)،ص407۔

3 ایضاً،ص250۔

4 ایضاً،ص170۔

5 ایضاً،ص170۔

6 ایضاً،ص264۔

7 پریا تابیتا ،اردو ناول کے منفی کردار:آغاز تا قیام پاکستان،(لاہور:خرم بکس،2006) ،ص248۔

8 ٹیڑھی لکیر ، ص250۔

9 ایضاً،ص64،65۔

10 ایضاً،ص48۔

11 ایضاً،ص10۔

12 ایضاً،ص236۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

13 ڈاکٹر محمد مرتضیٰ،اردو فکشن میں خواتین کے مسائل اور موضوعات،مشمولہ،اردو ادب میں تانیثیت کی مختلف جہتیں۔مرتبہ صالحہ صدیقی،(دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،2014)،ص133۔

14 عزیز احمد،عصمت کی ٹیڑھی لکیر،مشمولہ،عصمت چغتائی نقد کی کسوٹی پر،ص362۔

15 ٹیڑھی لکیر، ص243۔

16 ایضاً،ص242۔

17 ایضاً،ص241۔

18 ایضاً،ص52۔

19 ایضاً،ص50۔

20 ایضاً،ص150۔